

آخری بارش
مظفر نقوی

بسم الله الرحمن الرحیم

آزاد نظموں کا مجموعہ

آخری بارش

معظّمہ نقوی

PRESS FOR PEACE FOUNDATION
GIVING VOICE TO THE VOICELESS

زیراہتمام: پریس فار پیس پبلی کیشنز

Book title:

Akhri Barish

Author:

Moazzma Naqvi

Book Cover:

Aania S Khan

Layout & Designing:

Syed Abrar Gardezi

Year of Publicaiton:

August 2023

Price:

Rs 1200

ISBN: 978.627.7604.48.6

Publisher:

Press for Peace Publications

info@pressforpeace.org.uk

www.pressforpeace.org.uk

نام کتاب

آخری بارش

شاعرہ

معظّمہ نقوی

کور پینٹنگ

آنیہ ایس خان

لے آؤٹ

سید ابرار گردیزی

کمپوزنگ

محمد احمد رضا انصاری

اشاعت اول

اگست 2023

قیمت

1200 روپے (پاکستان)

پبلشر:

پریس فار پیس پبلی کیشنز

انتساب

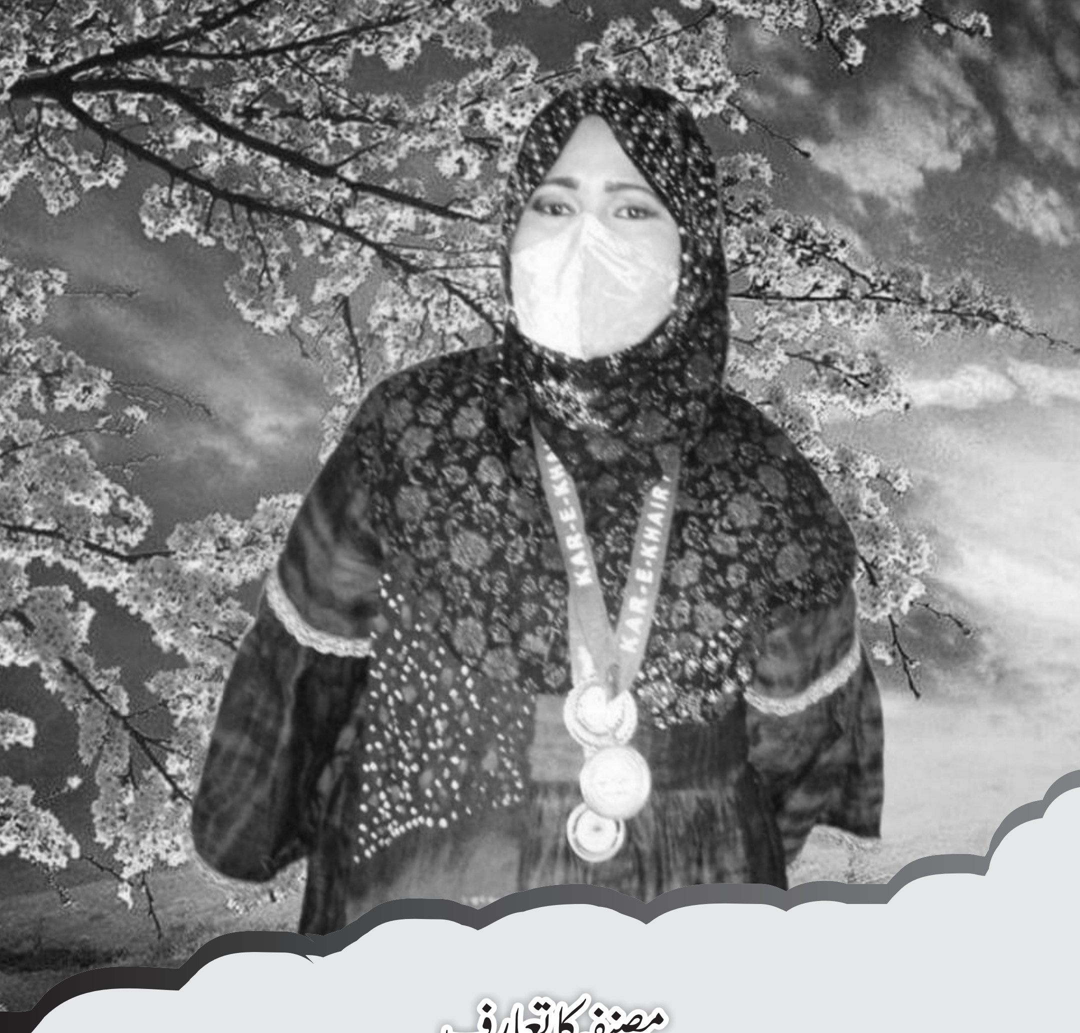
محبت کی پہلی بارش کے نام!



خرد کو اپنی کوئی جب سنوار لیتا ہے
وہ اپنی فکر کو اوج کمال دیتا ہے

معظّمہ نقوی

فہرست



مصنفہ کا تعارف

نام	سیدہ معظّمہ بتول
قلمی نام	معظّمہ نقویؔ
تخلص	نقویؔ
تعلیم	ایم۔اے اردو
ڈپلومہ جات	لائبریری سائنس وکمپیوٹر آئی۔ٹی وایم۔ایس ورڈ انٹرنیٹ براؤسنگ وغیرہ۔

میری پرورش ننھیال میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اسکول نمبرایک سے حاصل کی۔ اعلیٰ ثانوی تعلیم شہر کے قدیم ہائی اسکول ٹلا قائد شاہ سے مکمل کی جبکہ انٹر گورنمنٹ کالج برائے خواتین ڈی۔ جی۔ خان سے کیا۔ گریجویشن اور ماسٹرز کی تعلیم کے لیے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کا انتخاب کیا۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ مختلف پرائیویٹ اسکولز میں ایڈمنز و ٹیچنگ کے فرائض کو بھی بخوبی نبھایا۔

اپنی اماں جان سے مجھے بے پناہ محبت وعقیدت تھی۔ یوں کہہ دوں تو بے جا نہ ہوگا کہ وہ ذات میری پہلی محبوب تھی اور وہ بھی مجھ سے بے پناہ محبت کرتی تھیں۔ لکھنے کا سفر بچپن سے ہی جاری ہے جب شعوری سطح اتنی نہ تھی کہ اپنے لکھے کو کوئی نام بھی دے سکوں۔ باقاعدہ طور پر میں نے تیرہ سال کی عمر سے اپنی پہلی نظم ''منتظر نگاہیں'' لکھی۔ پھر اسے اپنی اُس وقت کی اکلوتی سکھی کو سنائی اور اس کے بعد جب جو بھی لکھتی اس کو سُناتی۔

وہ تعریف کرتی تو میرا ایک پاؤ خون بڑھ جاتا۔ یوں یہ سلسلہ جاری رہا اور میں نے کئی ڈائریاں بنائیں۔ میری فطرت عام لڑکیوں کی طرح کبھی نہ تھی۔ مجھے رنگ برنگے بھڑکیلے کپڑوں کا کبھی جنون رہا نہ زیورات و دیگر کھلونے جو ہر لڑکی کی کمزوری ہوتے ہیں۔ اگر کبھی میری توجہ کا مرکز بنے یا میری کمزوری سمجھ لیں خوب صورت پین اور ہر سال کی نیو ڈائری ہوتی یا پھر ہر رنگ کے پھول۔۔۔ گھر کا ماحول باپردہ، مذہبی اور سخت تھا۔ سلیبس اور دینی کتب کے علاوہ گھر میں اور کسی کتاب کا پڑھنا منع تھا۔ یوں جلد خود کو منظر عام پر لانے کا مجھے کوئی سازگار ماحول میسر نہ آسکا اور وقت کے دھارے سب چھوڑ دیا۔ مگر اپنا لکھا سنبھال کر رکھا۔ صد شکر مولا پاکؑ کہ میرے ہمسفر نے اس معاملے میں مجھے بہت ہمت و حوصلہ دیا۔ ہر حوالے سے میرا ساتھ دیا اور یوں ادب سے عقیدت و جنوں کا رشتہ مضبوط رہا۔

ادبی دنیا میں 2018ء میں متعارف ہوئی۔ 2019ء فروری میں پہلا انتخاب ''کفِ دست'' جس کو میں نے بہت پہلے ترتیب دیا۔ منظرِ عام پر لے آئی اور اس کے بعد 2021ء ستمبر میں مرثیہ وسلام کا انتخاب ''مؤدت نامہ'' تدوین کیا۔ ان دو تالیفات کا مقصد میں نے اپنی ناقص العقل کے ذریعے یُوں سوچا کہ مجھے اپنے بزرگوں کی پیروی میں قدم بڑھانا ہے تو میں اُنھی کے نام سے خود کی پہچان بناؤں کیونکہ میرا فخر میرا وجود اور میری ذات کی شناخت اِنھی کے دم قدم سے ہے۔ ربِ کائنات نے مجھے اپنی اس سوچ میں سُرخرو فرمایا اور میری اوقات سے بڑھ کر مجھے نوازا۔

2014ء سے ملکی وغیر ملکی اخبارات، رسائل وجرائد میں جتنی آزاد تحاریر لکھیں ان تمام کو یکجا کر کے میں جنوری 2023ء میں اپنی پہلی تصنیف ''نوائے نقوی'' منظر عام پر لائی۔ یہ کتاب میری آزاد تخلیقات تحقیقی مضامین، کالم وتبصرہ جات پر مشتمل ہے۔

شاعری میں آزاد نظم کو وتیرہ بنایا اور ''آخری بارش'' کی صورت میں اپنے قارئین کی نذر کی۔ اس کے علاوہ غزل، متفرق اشعار، سلام وقطعات نیز افسانہ نگاری وسرائیکی زبان میں بھی شاعری پہ کام جاری ہے۔ ڈی۔ جی۔ خان کی وکی پیڈیا ہسٹری میں نامور شخصیات کی فہرست میں بطور شاعرہ میرا نام درج ہو چکا ہے۔

اک آرزو ہے کہ ایسا کام کر جاؤں ادب کے سمندر میں اک لازوال قطرہ بن کر ہمیشہ کے لیے امر ہو جاؤں۔

معظّمہ نقوی

رابطہ نمبر: +92 335 5147112

ای میل: moazmanaqvi5@gmail.com

تعریفی اسناد و اعزازات

2019ء تا 2023ء

1۔ سچ ٹائمز میڈیا گروپ ملتان کی جانب سے 2019ء میں سندِ اعزاز سے نوازا گیا۔

2۔ سندِ اعزاز 2020ء میں پھر نوازا گیا۔

3۔ بزمِ غالب انٹرنیشنل کی جانب سے سندِ امتیاز علمی و ادبی خدمات پر نوازا گیا۔

4۔ ادبی قافلہ انٹرنیشنل واٹس ایپ گروپ کی جانب سے ایوارڈ برائے ادبی خدمات۔

5۔ انٹرنیشنل رائٹرز فورم اسلام آباد اعزازی سند برائے ادبی خدمات کتاب ''کفِ دست''

6۔ فروغِ ادب انٹرنیشنل کی جانب سے اعزازی سند

7۔ حصارِ ادب انٹرنیشنل کی جانب سے عالمی مشاعرے میں شرکت پہ اعزازی شیلڈ۔

8۔ عالمی سندِ اعزاز برائے ادبی خدمات 2021ء ادبی قافلہ انٹرنیشنل۔

9۔ فیضانِ رومی اکیڈمی کی جانب سے سندِ اعزاز۔

10۔ بزمِ شمسی رجسٹرڈ پاکستان کی جانب سے سند اعزاز برائے علمی و ادبی خدمات۔

11۔ بزمِ شمسی رجسٹرڈ پاکستان کی جانب سے اعترافِ فن ایوارڈ کتاب ''مؤدت نامہ''

12۔ حسنِ کارکردگی ایوارڈ اوج ڈائجسٹ پاکستان۔

13۔ اعزازی شیلڈ کتاب ''مؤدت نامہ'' ادب سماج انسانیت کی جانب سے۔

14۔ تربیتی ورکشاپ انٹرنیشنل رائٹرز فورم اعزازی سند۔

15۔ فروغِ ادب انٹرنیشنل کی جانب سے زوم ایپ مشاعرے میں شرکت پہ سندِ اعزاز۔

16۔ حصارادب انٹرنیشنل کی جانب سے نعتیہ مشاعرے میں شرکت پہ سندِ اعزاز۔

17۔ بزمِ رفیق سندِ اعزاز برائے ادبی خدمات۔

18۔ عاشق حسین خان میموریل کی جانب سے اعزازی سند کتاب ''مودت نامہ'' پہ۔

19۔ نعتیہ مشاعرہ میں مہمانِ خصوصی شرکت پر سند اعزاز قائم خانی میڈیا گروپ کی جانب سے۔

20۔ سردار ادبی ایوارڈ۔ کفِ دست و مودت نامہ پہ!

21۔ بھیل انٹرنیشنل ادبی ایوارڈ۔

22۔ الوکیل کتاب ایوارڈ۔۔۔ مودت نامہ پہ۔

23۔ افکارِ حامی لائبریری سندِ اعزاز ''مودت نامہ''

24۔ بزمِ لطیف رجسٹرڈ کی جانب سے عالمی مشاعرے میں شرکت پہ سندِ اعزاز۔

25۔ ارمغانِ ادب کتب ایوارڈ 2022ء ''مودت نامہ''

26۔ آل پاکستان علامہ اقبال ایوارڈ۔

27۔ مولانا الطاف حسین حالی ایوارڈ۔

28۔ بزمِ شمسی رجسٹرڈ کی جانب سے سندِ امتیاز 2022ء ادبی و علمی خدمات۔

29۔ کارِ خیر انٹرنیشنل تمغہ ادب گولڈ میڈل ایوارڈ۔

30۔ قائد اعظم محمد علی جناح ایوارڈ۔

31۔ نوائے نقوی پہ بھیل انٹرنیشنل کی جانب سے کاپر میڈل ایوارڈ۔

32۔ الوکیل کتاب 2023ء ایوارڈ۔

33۔ ایف۔ جے رائٹرز فورم گولڈ میڈل ایوارڈ

34۔ نور احمد غازی ایوارڈ۔

35۔ محمد علی فیڈریشن ایوارڈ۔

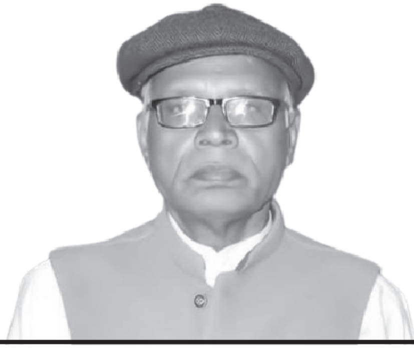
پیش لفظ

''چند بوندیں آخری بارش کی نذر!

حسرتیں جب ارمانوں کی چادر اوڑھتی ہیں تو دل کے آنگن میں کچھ جذبے پروان چڑھتے ہیں۔ اُن حساس لمحوں کی ''پہلی بارش'' روح کے صحرا میں اک کنول اگاتی ہے۔ پہلی بارش کے مسحور کن احساس سے لپٹا ہُوا یہ گُل دوسری بارش کے پہلو میں سُلگتا ہے اور اپنے لیے سدا ''آخری بارش'' کو ترستا ہے!''

خیر اندیش

معظّمہ نقوی



دیباچہ

آزاد نظم، انگریزی ادب سے اردو ادب میں داخل ہوئی۔ بے قافیہ نظم کو اردو ادب میں آزاد نظم کہتے ہیں۔ ہمارے مشرقی مزاج کے خدوخال، وزن کے مخصوص تصورات کے زیراثر متعین ہوئے اور صدیوں تک ہماری ادبی فضا پر چھائے رہے۔ شعر کا وزن ہو یا موسیقی کا آہنگ، ہمارا مزاج ایسے صوتی نظام کا تقاضا کرتا ہے جس میں آواز خط مستقیم کی بجائے دائروں میں سفر کرتی ہو۔ آواز کا یہ چکر ہمارے مزاج کا اس حد تک حصہ بن چکا ہے کہ جب موسیقی کا کوئی فن پارہ پیش کیا جا رہا ہو تو ایک خاص مقام پر آکر سامع کا سر بھی جھٹکے سے ہل جاتا ہے۔ شعر کے صوتی نظام میں یہی حیثیت قافیے کو حاصل ہے۔

چونکہ آزاد نظم کا آہنگ ہمارے عمومی اور موسیقانہ مزاج سے زیادہ مطابقت نہیں رکھتا تھا اس لیے آزاد نظم کو ہمارے مزاج کا حصہ بننے میں ذرا دیر سے پذیرائی ملی۔

جب آزاد نظم مروج ہوئی تو ہمیں معلوم ہوا کہ آزاد نظم کی ظاہری ساخت، دیگر اصناف سے اس لیے مختلف ہے کہ اس نظم کی تعریف چھوٹی بڑی ہوتی ہے اور ارکان عروضی کی تعداد برابر نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کہ ادب کی دنیا میں غزل کے مقابلے میں، آزاد نظم کو کم مقبولیت حاصل ہے۔ آزاد نظم میں جو بحر کی بنیادی اکائیاں استعمال کی جاتی ہیں ان میں فعل، فعلن، فاعلات، فاعلن، فعولن، اور فاعلاتن شامل ہیں۔ اکثر آزاد نظموں میں فعولن کی تکرار ملتی

ہے۔ کچھ آزاد نظموں کی پہلی دو سطروں کا رکن فعولن ہوتا ہے اور پھر فاعلن کی تکرار شروع ہو جاتی ہے۔ ارکان عروضی کی با قاعدہ تکرار جس سے آہنگ مجروع نہ ہو آزاد نظم کے آہنگ کا بنیادی تقاضا ہے۔

آزاد نظم میں شاعر کو سطر کی حرمت کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ آزاد نظم کے شاعر کی توجہ راگ پر ہونی چاہیے، عروض پر نہیں ہونی چاہیے۔ ن م راشد، میرا جی، ضیاء جالندھری، وزیر آغا، مجید امجد، منیر نیازی، یوسف ظفر، ساقی فاروقی اور فیض احمد فیض آزاد نظم کے شاعر ہیں۔

معظّمہ نقوی کا شعری مجموعہ ''آخری بارش'' ایک خوبصورت مجموعہ ہے۔ اس مجموعے کی شریانوں میں خوبصورت ترکیبیں رینگتی نظر آتی ہیں۔ مثلاً، لا الہٰ کا معجزہ، ایمان کی جاگیر، عفتوں کی سرزمین، سرد ہوا کی لوپہ، پتھرائی ہوئی آنکھیں، دھند لکے میں سسکتی شام، بلکتی سسکتی ناؤ، دسمبر میں بدحواسی، جسم کی سکت، ساکت ہونٹ، ماگھ کی رات، ذہن کے کینوس پر، روپ نگر، نائٹ بلب، سناٹے میں چاپ، یاد کا جگنو، ادھورے سپنے، کرب اور بے بسی، سلگتے ارمان، سپنوں کے محل، خدائے لم یزل، مسکراہٹوں کی بھیک، Nostalgia، منتظر نگاہیں، پشیمان آرزو، زہر آلود بہار، مرجھائے ہوئے خواب، بے رنگ جیون۔

ان خوبصورت ترکیبات کے علاوہ انھوں نے انگریزی زبان کے کچھ لفظوں سے اپنی نظموں کو آراستہ کیا ہے۔ انھوں نے اپنی نظموں میں

Chess

I want him

valentine day

Lasting pain

Gossip

Nostalgia

جیسے لفظوں کا استعمال کیا ہے۔

ان کی نظموں کے عنوانات نہایت ہی دلکش ہیں۔ diction نے ان کی نظموں کو دلفریب معانی عطا کیے ہیں۔ ان کی آزاد نظموں میں کہیں کہیں چھوٹی سطریں اور کہیں کہیں بڑی سطریں ملتی ہیں۔ انھوں نے اپنی نظموں کو خوبصورت تشبیہات اور خوبصورت استعاروں سے آراستہ کیا ہے۔ چند نظمیں خوبصورت بحروں سے مزین ہیں۔

ڈاکٹر سورج نارائن



جذبوں کی شاعرہ

کہتے ہیں اگر خود میں موجود کسی بھی فطری صلاحیت کی نشوونما پہ بھرپور توجہ دی جائے تو وہ ناموافق حالات اور وسائل کی کمی کے باوجود بھی اپنے ظہور کے مواقع ڈھونڈ ہی لیتی ہے۔ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کے لیے کافی وقت درکار ہوتا ہے۔غیر معمولی جدوجہد اور استقامت اسے منزل سے قریب کرنے میں معاون ہوتی ہے۔

اس کائنات میں پیدا ہونے والا ہر انسان اپنے ساتھ ایک پوٹینشیل نامی امکانی صلاحیت لے کر پیدا ہوتا ہے۔اس کے اندر وہ سبھی کچھ موجود ہوتا ہے جس سے وہ اپنی زندگی کو بہتر طرز پہ گزار سکے۔ہم میں سے بیشتر لوگ ایک متوسط زندگی یعنی عام سی زندگی گزار کر دنیا سے چلے جاتے ہیں اور کچھ لوگ اپنے اندر موجود فطری صلاحیتوں کو پالش کر کے خود کو ایک فنکار کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

بیشک ہر فنکار کا اپنا اپنا معیار ہوتا ہے اور ہر وہ فن قابل قدر ہوتا ہے جس سے لوگوں کے جذبات وابستہ ہوں۔ایک فنکار اپنے جذبات کی اس طرح آبیاری کرتا ہے کہ وہ ایک

دن اس کی پہچان بن جاتا ہے۔اب تک بیشمار لوگوں نے غیر موافق حالات میں اپنی لگن اور محنت سے اپنے اندر موجود صلاحیت کو نکھارا ہے اور اسے ایک فن میں ڈھال کر لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے۔

معظّمہ نقوی آیک ایسی ہی قلم کار ہیں جنھوں نے اپنے عزم و استقامت سے خود میں موجود ہنر کو نا صرف نکھارا بلکہ دنیا کے سامنے پیش کر کے خود کو صاحب قلم کی حیثیت سے متعارف بھی کروایا۔انتہائی کم عمری میں ہی وہ الفاظ و احساس کے ساتھ جذباتی طور پہ بندھ گئی تھیں۔ یہ رشتہ کچھ اس طرح جڑا کہ نامساعد حالات کے باوجود بھی یہ قائم رہا۔انھوں نے اپنے قلم کے ذریعے اپنا کتھارسس کیا اور اپنے فن کو جِلا بھی بخشی اور مسلسل مشق سخن نے انھیں سخنور بنا دیا۔

اس وقت ان کی کتاب ''آخری بارش'' میرے سامنے ہے۔یہ ان کی چوتھی کتاب ہے۔اس سے پہلے ان کی تین کتابیں ''کفِ دست''، ''مؤدت نامہ''، ''نوائے نقوی'' کے نام سے منظر عام پر آ چکی ہے۔ 'آخری بارش' ان کی آزاد نظموں کا مجموعہ ہے۔اس میں انھوں نے لطیف شعری احساسات کو سادہ لفظوں میں پیش کیا ہے۔ان کے لفظوں کے ساتھ احساسات میں بھی سادگی کا عنصر غالب ہے۔

شاعری کی سب سے بڑی خوبی یہی ہوتی ہے کہ اس میں ایک عام سے احساس کو اس طرح بے ساختگی کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے کہ وہ قاری کے ذہن کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ ہر شاعر کی تخلیقات اسی کوشش کے گرد گردش کرتی ہیں۔کون اس کوشش میں کتنا کامیاب ہوتا ہے اس کا فیصلہ ہمیشہ قاری ہی کرتا ہے۔

معظّمہ نقوی آکی آزاد نظموں میں یہ کوشش بخوبی جھلک رہی ہے۔ انھوں نے اپنے فن

اور صلاحیت کے تقاضوں کو نبھانے کی اپنی سی پوری کوشش کی ہے۔ بہر حال یہ فیصلہ تو ان کے قارئین ہی کریں گے کہ ان کی شعری اثریت اور سادگی سے وہ کس حد تک متاثر ہوئے ہیں۔ ہاں! اگر مجھے اس وقت اپنی رائے دینی ہو تو میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ معظّمہ نقوی نے اپنے احساسات کو لفظوں میں پرونے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے۔ جوں جوں یہ شعری مسافت طے ہوتی جائے گی، جذبات کے مزید پرتو منکشف ہوتے چلے جائیں گے۔ فن کا سفر ہو یا زندگی کا یہ ہمیشہ جاری رہتا ہے اس کا اتمام جیتے جی ممکن نہیں۔

معظّمہ نقوی کی شاعری میں احساسات کا ردھم شامل ہے۔ انھوں نے اپنے ارد گرد ہونے والی تبدیلیوں اور حالات و واقعات کو اپنی نظموں میں پیش کیا ہے۔ ان کی نظموں کے موضوعات عام انسانی زندگی سے قریب ہیں، جیسے خود کلامی، جنم دن، اجنبی، بسنت، خواب، ذرا سوچنا، چہرہ، عہد وفا وغیرہ۔

بیشک ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان موضوعات پہ شعری صنف میں اب تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ معظّمہ نقوی نے بھی روایتی انداز میں اپنے شعری سفر کا آغاز کیا ہے۔ رومانیت ان کی بھی کمزوری رہی، ارد گرد ہونے والے واقعات پہ ان کی گہری نظر رہی، خواہ اس کا تعلق خوشی سے ہو یا غم سے، ان سب پہ انھوں نے کھل کر لکھا ہے۔ ان کی ایک نظم ''الھڑ آرزو'' کے عنوان سے ہے جس میں وہ لکھتی ہیں۔

اِک الھڑ آرزو مِرے دل میں
لے رہی ہے عجیب انگڑائی
اپنے تن کے حصار میں مجھ کو
اس کی کوئی سمجھ نہیں آتی

کاش اپنا ہُوا کرے کوئی

حوصلہ جو دیا کرے مجھ کو

ٹھہر کے سخت موسم میں

مجھ کو تسکین دیا کرے کوئی

میں جیا کرتی ہوں کسی کے لیے

میری خاطر جیا کرے کوئی

میرے حق میں کوئی دُعا کرکے

مجھ کو کچھ مطمئن کرے کوئی!

اس وقت ''آخری بارش'' نامی شعری مجموعہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ معظّمہ نقوی کی شب و روز کی کاوش آپ کی توجہ کی منتظر ہے۔ میرا ماننا ہے کہ کسی بھی فن کو عروج تک پہنچانے میں قاری کا ایک بڑا کردار ہوتا ہے۔ اس کی طرف سے ملنے والی پذیرائی تخلیق کار کی صلاحیت کو مہمیز دینے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ معظّمہ نقوی کے تخلیقی فن کو اجاگر کرنے میں آپ بھی اپنا حصہ ڈالیں۔ ان کے ساتھ ساتھ آپ بھی خود کو ان کے لفظوں اور احساسات کے ساتھ جوڑ دیں۔ ایک قاری اور قلم کار ایسے ہی اٹوٹ بندھن میں بندھ جاتے ہیں۔

علیزے نجفی

شاعرہ، کالم نگار، مصنفہ

اعظم گڑھ، انڈیا

آخری بارش

''بارش'' یہ لفظ اپنے آپ میں خود ایک موسقیت، آہنگ اور معنویت سمیٹے ہوئے ہے اور یہی عناصر شاعری کو خوبصورتی عطا کرتے ہیں۔

کتاب کا نام'' آخری بارش'' سنتے ہی تخیل میں جل ترنگ بجنے لگتے ہیں۔

خوب صورت بات یہ ہے کہ اس کتاب کا انتساب''محبت کی پہلی بارش'' کے نام ہے۔

زیرنظر کتاب محترمہ معظّمہ نقویؔ صاحبہ کی چوتھی تخلیق ہے یعنی معظّمہ نقویؔ صاحبہ لفظوں کو برتنے کا ہنر بخوبی جانتی ہیں ان کی آزاد نظموں کا مجموعہ اس بات کی دلیل ہے شاعرہ کا تعارف ان کی شخصیت کے ادبی و علمی قد کی وضاحت کرتا ہے۔

خدائے بزرگ و برتر کی تعریف سے شروع ہونے والی حمد اور پھر اس کی دی گئی بہترین نعمتوں اور تحائف میں سے ماں جیسی ہستی کے لیے محبت سے سرشار شاعری نے دل کو چھو لیا۔

جو وہ پاس نہیں ہے تو پھر
بے مقصد ہے جیون سارا
اس جیسا ہے کون سہارا؟

ارضِ وطن کو سلام پیش کرتی ہوئی معظّمہ نقوی نے ایک محب وطن پاکستانی ہونے کا ثبوت بھی پیش کیا، معظّمہ کے اظہار بیان میں ہجر کی اداسی بھی ہے، محبوب کا انتظار اور گزرے دنوں کی یادیں بھی، دسمبر اکثر نازک طبع لوگوں پر گراں گزرتا ہے پھر شعراء سے بڑھ کر حساس کون ہوگا۔ اسی لیے معظّمہ کی شاعری میں ''دسمبر کی سرد مہری'' کا شکوہ بھی نظر آتا ہے اور دسمبر میں ہونے والے سانحہ کی لہولہو کہانی بھی ننھے شہداء کی یاد بھی (جو کبھی بھلائی نہیں جاسکتی) ''معصوم شہداء کے نام'' نے ایک بار پھر جھنجھوڑ دیا۔

نسائی شاعری میں اب تو بہت سے نام نظر آتے ہیں لیکن ان میں جگہ بنانا ہی کامیابی ہے اور شاعرہ ادبی و علمی حلقوں میں اپنی جگہ بنا چکی ہیں اور تخلیقی سفر عمدگی سے جاری ہے۔ چھوٹی چھوٹی آزاد نظموں میں وسیع کینوس کی تصویریں پیش کرنا کمال ہے، مجھے ذاتی طور پر ان کی نظم ''محبت کبھی مرتی نہیں''، بہت پسند آئی۔

مہکتی ہے یہ خوشبو کی طرح
بکھرتی ہے یہ پھولوں کی طرح
ٹپکتی ہے یہ اُوس قطروں کی مانند
کبھی گرج کے برستی ہے ساون کی طرح
دوڑتی ہے رَگوں میں لہو کی طرح
دِلوں سے کبھی یہ اُترتی نہیں
محبت کبھی مرتی نہیں

شاعری میں منظر نگاری بھی آپ کا وصف ہے پڑھیے اور محسوس کیجیے کہ اس منظر میں آپ موجود ہیں۔

تنہالڑکی

چاندنی رات میں اندھیروں کو اوڑھ کر

جسم پر ٹھٹھر کی ایک چادر لپیٹ کر

ایک تنہا لڑکی پلنگ پر لیٹی ہوئی ہے

گھڑیال کے کانٹوں کی آواز سن رہی ہے

ٹک ٹک کی آواز اسے جھنجھوڑ رہی ہے

رات کے قمقمے کی روشنی میں وہ تنہا لڑکی

دنیا کے ہنگاموں سے بے خبر ہے

پھر بھی پُر امید ہو کر اپنا قلم اٹھا کر

کاغذ پر لکھ رہی ہے کچھ ادھوری باتیں

اور حسرت بھری آنکھیں لیے

دسمبر میں برفیلے راستوں کو تک رہی ہے

اور برف کی طرح پگھل رہی ہے!

معظّمہ نقوی صاحبہ کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ ان کے رزق قلم میں اضافہ کرے اور ہر ادبی صنف میں اپنا لوہا منواتی رہیں، جذبات و احساسات کو لفظوں میں ڈھالنے کا ہنر رب کی عطا ہے اللہ آپ کو سرخرو کرے!

سپاس گزار

فرح ناز فرحؔ (عشقم)

(شاعرہ وافسانہ نگار)



حمد

اے مالک ارضِ سماء!

اے مالک کُن مکاں!

حمد میں تیری بھلا کب؟

کر سکتی ہوں بیاں

نہیں تیرا کوئی مکاں

تُو ہے وارث کُل جہاں

اسم ہیں تیرے

سب جلیل وقدیر

العلی وعظیم

تیری ذات صراطِ مستقیم

تُو ہے فقط الرحمٰن والرحیم

تُو ذوالجلال ہے

جہاں تک نہ پہنچا

کبھی کوئی خیال ہے!



تحفہ

بے قیمت ہے چاہت لوگو!

سب کے لیے جو راحت لوگو!

جنت جس کے پاؤں تلے ہے

ٹھنڈک جس کی چھاؤں تلے ہے

جو وہ پاس نہیں ہے تو پھر

بے مقصد ہے جیون سارا

اس جیسا ہے کون سہارا؟

اُس کو سارے ماں کہتے ہیں

رب کے جیسا روپ ہے وہ تو

سرما کی سی دھوپ ہے وہ تو

سلام ارضِ پاک

اے میرے وطن

اے پاک وطن

تعبیر ہے سچے خواب کی تُو

علامہ کی تحریر ہے تُو

اور قائد کی تصویر ہے تُو

ہے معجزہ لا اِلٰہ کا تُو

ایمان کی اِک جاگیر ہے تُو

تُو نور ہمارے دیدوں کا

ہاں تجھ پہ نچھاور ہوتا ہے

ہر لمحہ خون شہیدوں کا



ایک احساس

ہوائے سرد پہ جلتا بدن لیے

پتھرائی آنکھوں کے ساتھ

یہ شام برسوں پر محیط ہے

اور اِس کے دھند لکے میں تنہائی

سسکتی سانسیں بھر رہی ہے

ویرانی کے اس عالم میں

شل ہوگئی ہے سوچ میری

کبھی لکڑی کی نوک سے

برفیلی زمین کو چھیدتی ہوں

کبھی آسمان کی طرف دیکھتی ہوں

یادوں میں لپٹا دل لیے یہ سوچتی ہوں

کہ ہجرت کے سفر میں دوریاں اوڑھ کر

ہمدردی سے کیوں ملے لوگ مجھے؟



I want him

میں نے اکثر وصل شبوں میں

مدھم اور تاریک فضا میں

تیری گرد آلود آنکھوں کو بھیگی پلکوں سے دیکھا ہے

کرتا ہے تُو جب بھی باتیں ہر اِک بات چھپا لیتا ہے

لہجہ مدھم کر لیتا ہے

کم کم کچھ احوال سنا کر مجھ کو حیراں کر دیتا ہے

مجھ کو یہ معلوم ہے ساجن

تُو آکاش کا ماہِ کامل

میں اِک مدھم مدھم تارا

ٹوٹ کے اُترا جو دھرتی پر

پھر بھی تیرے پاس آنے کی اِک امید ہے میرے دل میں!



اندھے دکھ

پوچھ مت مجھ سے یہ کیسی زندگانی ہے

ہر طرف شور مچاتی طغیانی ہے

کب سے سہہ رہی ہوں اس دنیا کے ریلے کا عذاب

میں ایک سسکتی ناؤ میں ہوں سوار

ہر طرف ہے موجوں کا غبار

کوسوں دور ہے مجھ سے کنارا

کوئی نظر آتا نہیں سہارا

منجدھار میں گھری ہے ناؤ میری

چاروں اور بھٹک رہی ہے کب سے

اور ڈھونڈ رہی ہے اپنے لیے

ایک ناخدا کو!



محبت کبھی مرتی نہیں

مہکتی ہے یہ خوشبو کی طرح

بکھرتی ہے یہ پھولوں کی طرح

ٹپکتی ہے یہ اُوس قطروں کی مانند

کبھی گرج کے برستی ہے ساون کی طرح

دوڑتی ہے رَگوں میں لہو کی طرح

دِلوں سے کبھی یہ اُترتی نہیں

محبت کبھی مرتی نہیں۔۔۔



دسمبر کی سرد مہری

دسمبر کے بے مروّت اور سنگدل موسم میں

درختوں کے پتّوں نے زردی اوڑھ لی ہے

ٹھنڈی رُت کے زرد لمحے

آنکھوں سے چھلکتے ہیں

دلوں پر برستے ہیں

لمبی راتوں میں یادیں خون رُلاتی ہیں

آبلہ پا ہو کے جب دسمبر کی سرد مہری کو دیکھتی ہوں

تو اس کی سنگدلی اور بے مروّتی

میرے وجود پر برسنے لگتی ہے

اسی لیے نقویؔ

میں دسمبر میں بدحواس اور بے آس رہتی ہوں



اُس لمحے ضرور آنا

مرے جسم کی ہر سکت جب ماند پڑ جائے

مری روح جب میرے جسم سے پرواز کر جائے

تو اُس لمحے تم ضرور آنا

سسکتے شہر کی ویران گلیوں میں

اپنی چاہت کے تاج محل کی

مسمار عمارت کو دیکھنے ضرور آنا

اور میرے سرد ہونٹوں پر

اپنی گرم پیشانی رکھ کر

اتنی بات کہہ دینا

''جان''

تُو میری محبت تھی!

اک کہانی

ماگھ کی رات انوکھی تھی

بھولی بسری یادیں لے کر میری سوچ کی اِک ٹہنی پر

کل جو پنچھی آ کر بیٹھا، روپ نگر کا اِک راجا تھا وہ

دیوانی تھی اُس کی رانی

وہ دونوں تھے پیار میں پاگل

بَن میں ملنے آتے تھے وہ

لیکن اب کچھ دور ہیں دونوں

سُن کر اُجڑی پریت کا نوحہ، سارے پنچھی کہنے لگے یہ

ہائے یہ کیسا موسم آیا

ناں ہونٹوں پر پریم کی باتیں

ناں چاہت کی میٹھی راتیں

نقوی نے یہ گیت سُنایا

فرصت کے طوفان میں اب بھی یاد کا جگنو تابندہ ہے!



ہمارے نام کر دو!

مرے خوابوں کی دنیا میں

ہمارے آس پاس رہنے والے ہمدم

آج کل تم کیوں کھوئے کھوئے رہتے ہو؟

کیوں روئے روئے رہتے ہو؟

کیا تمھاری آنکھوں میں

ادھورے سپنے ہیں؟

کیا دُور تم سے تمھارے اپنے ہیں؟

اپنے کرب اور اپنی بے بسی کو

تُم ہم سے کیوں چھپاتے ہو؟

بس اِک التجا ہے ہماری تُم سے

ہمارا یہی اِک کام کر دو

''اپنے سارے دکھ'' ہمارے نام کر دو!

آس

بھیگی بھیگی رات میں

گنگناتی برسات میں

عجیب شوخیاں اور عجیب مستیاں تھیں

بادل کی برستی بوندوں میں

بھیگے بھیگے لمحوں میں

اُس پہلی ملاقات میں

مستیاں میرے آس پاس تھیں

آرزوئیں حساس تھیں

ماتھے پر جھریاں تھیں

کاش تم ان میں پیار کی نشانی سجا کے

فقط اتنا کہہ دیتے

جان مجھے کبھی مت بھلانا



Nostalgia

میرے ہمدم! اب احساس دوری

میری زندگی کا لازمی جُزو بن چکا ہے

تجھ سے دور رہ کر

پریشانیوں میں گھری ہوئی ہوں

اب تو یہ عالم ہے جاناں

کہ ہر رات رو رو کر

تمھاری یادوں میں گزرتی ہے

ماضی کی کچھ یادوں پر مسکرانا پڑتا ہے

اور کچھ یادوں پر رونا پڑتا ہے

اسی عالم میں رات بھر جاگتی ہوں

جب صبح کا تارا ماند پڑنے لگتا ہے

تو اسی سے مسکراہٹوں کی بھیک مانگنا پڑتی ہے



مُنتظر نگاہیں

اپنی ناکام آرزوؤں کے بوجھ تلے دب گیا ہوں

میرے پریشان دل کا نگر اُداس ہے

مجھے اپنی روح کی بے چینی کا احساس ہے

زہرآلود بہاروں کے اِس موسم میں

دل کا گلستان ویران ہے

مُرجھائے ہوئے ہیں خواب سارے

بے رنگ جیون کی داستاں ہے

پوچھ مت میری زندگی کا حال

میرے ارمان اور میری زلفیں پریشان ہیں

میری سُونی سُونی باہیں تمھاری منتظر ہیں!

میری نگاہیں تمھاری منتظر ہیں!



ذرا سوچنا

میری خلوتوں کے ہمراز!

اگر کبھی وقت ملے تو ذرا سوچنا

کہ تیرے فراق میں میری زندگی کیسے گزری

تیرے ہجر میں، میں نے کیسے گزاریں

تمام غمگین اور اداس راتیں

کبھی دیر دیر تک جاگنا پڑا

کبھی جُدائی کا درد سہنا پڑا

ناگزیر ہو جیون کا سفر

ذرا سوچو کہ جب جدائی کا کرب ملتا ہے

تو جیون کا سفر کتنا پریشان ہو جاتا ہے

کبھی سوچو کہ اس جدائی میں جینا کتنا مشکل ہو جاتا ہے

بدلتے موسموں میں جب خود سے خفا ہو جاؤ

اور زرد پتوں کی سرسراہٹ محسوس کرنے لگو

تو میرے ہمدم! اس لمحے ذرا سوچنا!

بسنت

اے میرے پردیسی ساجن

دیکھو بہار لوٹ آئی ہے

ہر پھول مسکرایا ہے ہر کلی مسکرائی ہے

کنول نے تالاب میں لی انگڑائی ہے

پرندے کہتے ہیں کہ بہار آئی ہے

ہمارے دیس میں بسنت نے دھوم مچائی ہے

سرسوں کے پیلے پھول لہرا رہے ہیں کھیتوں میں

جنگل میں بھی ہریالی آئی ہے

پتا پتا بجا رہا تالی ہے

مگر میرے ساجن میں نے تمھاری یاد میں

اپنی زندگی دکھوں سے سجالی ہے



چہرہ

میری آنکھیں روشن روشن

میرا چہرہ تاباں تاباں

اِک عنابی رنگت میرے خدوخال کی رکھوالی ہے

ایک حسیں سراپا میرے آنگن کا سرمایہ ہے

ایک سہانا جیون میری دنیا میں لہراتا ہے

میرے جسم کا ہر اِک حصہ مجھ پہ سُکھ برساتا ہے

لیکن نقویؔ یوں لگتا ہے

آنے والے کل کو میرے حسن کے نقشے مٹ جائیں گے

اسی لیے تو رہتی ہوں میں اِک بے تاب نگر میں لوگو!

یوں لگتا ہے کہ میرے تن کی اُجلی دھات پگھل جائے گی

میرا حسن بکھر جائے گا

میرا چہرہ ڈھل جائے گا!



یادیں

ساون رُت کی ٹھنڈی ٹھنڈی

پَون چلی تو میرے من کی خاموشی نے شور مچایا

ساون کی اس مست گھٹا نے

مت پوچھو کیا رنگ دکھایا

شور جو میرے آگے پھیلا

چپ کے سارے دھاگے ٹوٹے

شام کی اِک شرمیلی فضا میں

میرے چاروں اور اندیشہ اِک تنہائی اوڑھ کے پھیلا

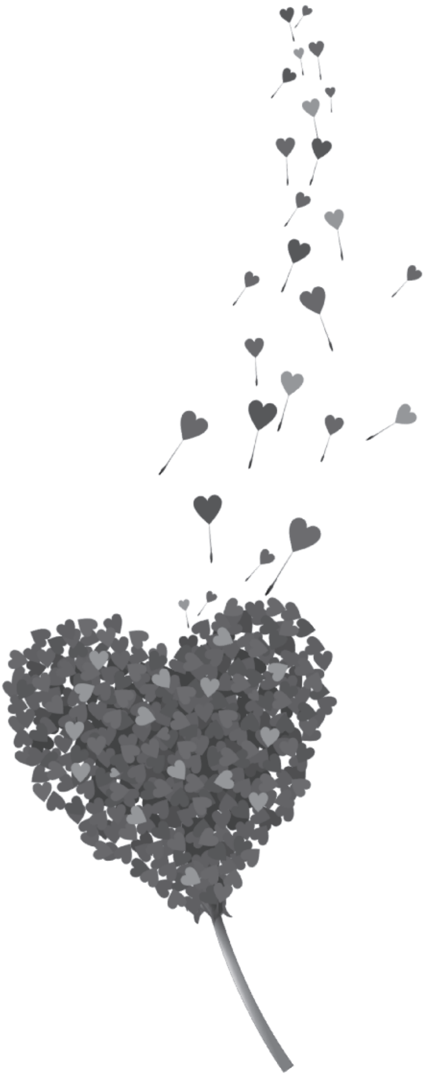
ہوا رُکی تو شام کا اِک شرمیلا آنچل

چاند ستارے اوڑھ کے پھیلا

چپ آنکھوں کے تہہ خانوں سے

اشکوں کا اک دریا نکلا

یادوں کا کہرام نہ پوچھو!



تمنائے وصل

سرد ہوا کے جھونکے دل میں، لینے آئیں جب انگڑائی

اَبر کی شوخی جب آجائے ارمانوں میں

لہرا کر جب پیڑ چمن میں

چاہت کی اِک سرگم چھیڑیں

جب ساگر کی رقصاں بانہیں

مستی کے افسانے چھیڑیں

ایک انوکھی پیاس کا جب احساس دلائیں

جب سرگوشیاں کرنے آئے

چاند انوکھے اَبر میں جاناں

پھولوں کی خوشبو جب اترے تیرے میرے جسم کے اندر

تیری سانس میری سانس میں ڈھل جائیں

تیرے شہر میں

حیات لے کر آ گئی مجھے عجیب موڑ پر

کہو تمھارے شہر میں، میں آ گئی ہوں کس جگہ

طویل تر مسافتیں گمنام لمبے راستے

اے دوست کس مقام پہ اُجڑ گئی ہوں دفعتاً

نہ تیرے خدوخال ہیں نہ عکس ہے تیرا کہیں

یہ کس جگہ پہ آ گئی نظر تجھے تلاشنے

ہر سمت ہیں خموشیاں ہر سمت ایک خوف وڈر

میں سہہ رہی ہوں ان دنوں لمبی ریاضتوں کے دُکھ

تیری تلاش میں صنم سکونِ قلب لُٹ گیا

کڑی تھکن کو اوڑھ کے اے دوست اپنے پاس ہوں

اور مستقل اداس ہوں

اے جان تیرے شہر میں

میں لُٹ گئی ہوں کس جگہ

تشنہ لبی

جو لوگ آس پاس ہیں

وہ کہہ رہے ہیں سب کے سب

ہم کر رہے ہیں زندگی

جیسے بسر اس شہر میں

میں بھی گزاروں زندگی ان کی طرح اس شہر میں

زندہ ہیں جس طرح وہ سب

ایسی گزاروں زندگی

انصاف سے کہو ذرا جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں لوگ

کیا ان کا جینا ٹھیک ہے؟

یا میرا جینا ٹھیک ہے؟

کچھ لوگ میرے شہر کے صحرائے خواہشات میں

اِک تشنہ لب کی موت کو کیوں کہہ رہے زندگی؟

Valentine Day

میں نے پچھلے پہر خواب دیکھا عجب

قلبِ بے تاب پر ایک دستک سُنی

ایک انجان آواز کے لب کُھلے

دل کے آنگن میں قدموں کی آہٹ سُنی

اس کی ہر چاپ میں تھی محبت رقم

خواب میں ملنے آیا تھا میرا صنم

اس نے چپکے سے آنکھوں سے آواز دی

وہ صدا کتنی میٹھی تھی مت پوچھیے

اس کے نغمے کی آواز تھی محترم

اس کے گیتوں نے کانوں میں رس گھول کر

ہو کے مجھ سے مخاطب کہا جانِ من

ویلنٹائن ڈے کی گھڑیاں مبارک تجھے!



تازہ شجر

مِرے دل کے گھر میں جو تازہ شجر تھا

مِرے خستہ آنگن میں رحمت تھی اس کی

وہ لکھتا تھا میری محبت کے سائے

مِرے گھر کا آنگن معطر تھا اُس سے

مِرے پیار کی اس سے دنیا ہری تھی

یہ مانا کہ وہ اِک پرانا شجر تھا

مگر اس کی شاخوں پہ پتے نئے تھے

بہاروں میں لکھتا تھا ہریالیاں وہ

خزاؤں میں کرتا تھا پھل پیش مجھ کو

ہرے پات اگتے تھے جس کے مِرے گھر

میرے ساتھ کے گھر میں تھا اُس کا سایہ

مِرے گھر میں تھیں رحمتیں جس کی نقویؔ

مجھے اِک شجر وہ لگا کل پرایا

بے خبر

معتبر کیسے ہوگا وفا کا سفر

مجھ سے تُو دُور ہے تجھ سے میں دُور ہوں

ہم کھڑے ہیں کڑے راستوں میں صنم

وصل کی راحتیں ہو گئیں ختم سب

کیسا طرفہ یہ دنیا کا اصول ہے

تجھ سے میں دور ہوں مجھ سے تُو دور ہے

آرزو ہے کہ فرقت کی اس راہ میں

میں تیرے ساتھ مل کر یہ کاٹوں سفر

یہ تمنّا کہیں ہو نہ جائے لہو

سوچتی ہوں وہ کیسے ملے گا مجھے

ہو گیا ہے جو نقویؔ رہِ عشق میں

مجھ سے بھی بے خبر خود سے بھی بے خبر!

چاند کے تمنائی

(انشاء جی کے نام)

پھاگن کی کھلی دھوپ کا منظر نہ پوچھیے

اُس رُت کا اُجلا روپ ہمیں اب بھی یاد ہے

کس طور معتبر تھا حقیقت شناس وقت

فرصت کے خاص لمحات کی لذت نہ پوچھیے

مہکے عجب اداؤں سے سرسوں کے پیلے پھول

ہر کھیت خوشبوؤں سے معطر تھا رات دن

جاڑے کی شوخیوں کے مناظر نہ پوچھیے

پوچھو نہ کتنا چاندنی راتوں پہ تھا شباب

کس طور اپنے آپ سے ہم بے خبر ہوئے

پھر چاند کی کرنوں نے دکھایا عجب اثر

یاد آئے ہم کو اندھی جدائی کے مرحلے

ہوتا نہ کاش چاند سے اس طور ہم کو پیار

اور چاند کے ہم لوگ تمنائی نہ ہوتے!



Lasting Pain

نہ اُس کی آنکھوں میں، میں نے گہرائیاں گھُل کے دیکھیں

نہ اس کے ماتھے پہ میں نے زندہ محبتوں کے نقوش دیکھے

وہ جب محبت کا استعارہ بنا تو اس نے

قریب رہنے کے خواب دیکھے

مجھے رقیبوں کی ٹیڑھی راہوں سے دور رکھا

قریب رہنے کے بعد میٹھی رقابتوں کا حصار کھینچا

مِرے تصور کو شاعرانہ حروف بخشے

وہ شاعرانہ حروف جن کی نمو میں میری حیات گزری

نگاہِ جاناں کے آئینوں میں وہ کیا اُترے ہوں گے

وہ اس کے دل کے سمندروں میں کیا ڈوبے ہوں گے

صنم کی زندہ عنایتوں کو یہ دل نہ مانے

جو دل یہ مانے تو میں بھی مانوں!



تُم

تمھارے رشتوں کی ترجمانی کروں میں کیسے
میں تم کو کس زاویے سے پرکھوں
تمھیں سمجھنا بھی حد سے مشکل
تمھیں پرکھنا بھی حد سے مشکل
جو تُم نے مجھ پر رفاقتوں کے حصار کھینچے
وہ بے ثمر ہیں
تمھاری الفت کے سب قرینے پرکھ کے
میں اس نتیجے پہ آ کے پہنچی
کہ اس زمانے میں تم ہی میرے
بھٹکتے جیون کے رہنما ہو
کہ میری ایک بے نتیجہ خواہش کا تم
مکمل ایڈریس ہو ہمدم!

کہاں کھو گئی؟

تھی کچی سی عمر کی وہ لڑکی

پر اُس کی باتیں تھیں پختہ پختہ

وہ اپنی رنگت میں گندمی تھی

پر اس کا چہرہ حسین تر تھا

سنہرے سپنوں کی اس کی آنکھوں میں تازگی تھی

جو اپنے آنچل کو چومتی تھی

نہ جانے گم ہو گئی کہاں ہو

نا جانے کس کی حیات کا بن گئی وہ حصہ

اب اس کے سپنے بکھر گئے ہیں

لبوں میں زردی سمٹ گئی ہے

چکوری بن کے ہوا کے کاندھے پر اڑ رہی ہے

اور اپنے چندا کو ڈھونڈتی ہے

سنا ہے جی جی کے مر رہی ہے!

ایک تارے کے نام!



ایک ماہتاب کی پناہوں میں
جب بھی تارا کوئی چمکتا ہے
ہو کے گُم صُم دہائی دیتا ہے
گویا پاگل دکھائی دیتا ہے
اس ستارے کو اوڑھ کر تن پر
حسرتِ دید جب تڑپتی ہے
کتنی مجبور ہونے لگتی ہوں
ٹوٹ کر چُور ہونے لگتی ہوں
جانے کیوں بے خبر ستارے نے
چاند کو پوجنے کا سوچا ہے
اس ستارے کو بتایا میں نے
چاند اس کا نہیں پرایا ہے!



ڈھلتی شام

آج اس ڈھلتی شام میں نقویؔ

آنکھ میں اِک اُداسی جاگی ہے

کالی رنگت پہن کر چہرے پر

روشنی مجھ سے دور بھاگی ہے

ایک اِک کر کے بجھ گئے ارماں

مضطرب ہو کے دل کے حجرے میں

ہو کے کتنی اداس بیٹھی ہوں

کوئی اپنا نہیں قریب مِرے

میں فقط اپنے پاس بیٹھی ہوں

ایک مسکان اوڑھ کر پھیکی

تیری یادوں کو تھام کر دل میں

میں تجھے ڈھونڈ رہی ہوں جاناں



(عالمِ ارواح کی جانب کُوچ کرنے والی لیجنڈ ہستیوں کے نام!)

اوڑھ کر اپنے جسم پر لمحے
وقت چُپ چاپ گزر جاتا ہے
اور اِک یاد سی بن جاتا ہے
جب گزر جائیں راہِ دنیا سے
لمحے پھر لوٹ کر نہیں آتے
وقت دہراتا رہتا ہے خود کو
وہ جو آتا ہے کُنجِ دنیا میں
دہر حاضر کو چھوڑ جاتا ہے
سارے انسان گزر جاتے ہیں
گویا مہمان گزر جاتے ہیں
عہد حاضر کو چھوڑنے نقویؔ
ہستیاں وہ جو کوچ کر جائیں
وہ کبھی لوٹ کر نہیں آتیں!

زندگی

دن کی گہری سی دید کو چھونے

ایک سُرخی سی اُتر آئی ہے

گویا نیلے گگن کی جھولی میں

نرمئ آفتاب سمٹی ہے

ہجر کی برف برف دھرتی پر

سرخ کرنوں کا رقص جاری ہے

ڈھل گیا دن تو نرم گیں لَے پر

شب کے آنگن میں نور لہرایا

اور پھر اپنی پلکیں جھپکائیں

چاند نے رات کی سیاہی میں

عمر جو جاگ کر بتائی ہے

اس کی تھوڑی سی سمجھ آئی ہے

اَن کہی



وہ تکلّم جو معتبر نہ ہُوا

جس کی تکمیل ہو سکی نہ کبھی

جس کے پتوں سے زردیاں لپٹیں

جس کی شاخوں پہ بے کسی اُتری

آؤ اس اَن کہے تکلّم کا

دکھ بھرا نوحہ سنائیں نقویؔ

آؤ اس زرد زرد موسم میں

چپ کی تصویر بنائیں نقویؔ

زرد موسم میں دل یہ کہتا ہے

لب پہ جو ان کہی سی باتیں ہیں

ان میں لفظوں کا رنگ بھرنا ہے

اب اَمر ہم نے ان کو کرنا ہے!

فیصلہ

فیصلے زندگی کے رستوں میں

ایک ناسور کی صورت اُترے

اب تمنائے وصل میرے لیے بن گئی ایک معجزہ جاناں

آؤ یہ فیصلہ کر لیں ہم بھی

وہ جو بے ربط اِک حکایت ہے

اِس کو ہر موڑ پہ سر کرنا ہے

اب تقاضائے عشق کہتا ہے

ایک دوجے کو بھولنا ہوگا

ہو کے اِک دوسرے سے ناواقف

ہر تعلق کو توڑنا ہوگا

اپنی بے خواب سی ان آنکھوں کا

آؤ ارمان ایک بن جائیں!

سوالی

میں نے جاں وار دی تجھ پہ جاناں
اور تیرے نام کا چرچا کر کے
کوچے کوچے میں ہوگئی بدنام
ہوگئی غرق تیرے عشق میں، میں
ہر تمنا مِری ہوئی ناکام
دیدہ عشق کو صد خواب دیے
ہر قدم پر تجھے گلاب دیے
مجھ سے کیوں خار ہم کلام ہوئے
کیوں تیرے روگ میرے نام ہوئے
پھر بھی تُو پوچھ رہا ہے مجھ سے
اِن دنوں مجھ سے ترا کام ہے کیا؟
یہ بتا مجھ کو ترا نام ہے کیا؟

ناتواں آرزو

ہجر کی ناتواں تمنّا کا روگ کیسے بیاں کیا جائے

میری آنکھوں کے زرد خانوں میں ہو گئے ہیں جو شل مِرے سپنے

ان کو کیسے رواں کیا جائے

کاش پھر زرد خواب کھل جائیں

اور ہم دونوں پھر سے مل جائیں

ہر طرف پھیل گئے تھے پہرے اس لیے مل سکے نہ ہم دونوں

ہر گھڑی دل میں پریشان ہیں ہم

گویا جیتے ہوئے بے جان ہیں ہم

ہنستے ہنستے ترا چُپ ہو جانا

اِک قیامت مجھے لگا جاناں

ان دنوں ہم اداس آنکھوں میں

خواب بن بن کے بکھر جاتے ہیں

بڑھ گئے تھے جو فاصلے جاناں

کاش تم ان کو ختم کر جاتے!



وائے

وہ جو احساس دل میں رکھتے ہیں

لوگ ان کو بہت ستاتے ہیں

ان کو ہر لحظہ آزماتے ہیں

ہر قدم پر انھیں رُلاتے ہیں

ہر جگہ پر انھیں غریبی کے کھل کے طعنے سُنائے جاتے ہیں

حق کا دیتے ہیں درس وہ جب بھی

اُن کو جھٹلایا جاتا ہے نقویؔ

ہے ادب کا بہت بلند مقام

دکھ تو یہ ہے کہ سب ادیبوں پر

ظلم کے تیر پھینکے جاتے ہیں

تب تو مشہور ہونے سے پہلے

ہو کے گمنام یہ مر جاتے ہیں!

سندیسہ

شب کے پچھلے پہر کا الم دیکھنے
عشق کے شہر کا ہر ستم دیکھنے
غرق ہو کر محبت تیرے قہر میں
ہم اکیلے رہے اس بھرے شہر میں
ساحلِ کرب پر ہم کو رُکنا پڑا
تیز موجوں کا ہر وار سہنا پڑا
چاند سے ایک تارا ملا کر نظر
شب کو دیتا رہا ایک سندیسہ مجھے
ہو کے مجھ سے مخاطب یہ کہتا رہا
عرض چھوٹی سی اِک میری سُن لیجیے
دل میں الفت کا اِک جال بُن لیجیے
کیوں کہ ساتھی کوئی منتظر ہے تیرا!



قرارداد

آؤ مل کر کریں عہد سچا کوئی

ہم وفا کا نبھائیں گے مل کر بھرم

آخری سانس تک آخری موڑ تک جو کھائی ہیں قسمیں نبھاتے چلو

سوہنی مہیوال کی ہم کریں پیروی

کھل کے اک دوسرے سے کریں پیار ہم

پریم کے گہرے ساگر میں اب کود کر چاہتوں کے کناروں کی جانب بڑھیں

ایک بنجر مکاں کو بنا کر محل

زندگی اس کے اندر کریں ہم بسر

شہرِ الفت میں آؤ یہ وعدہ کریں

عشق کے بادشاہ عشق کے شہنشاہ

تاج پہنا کر اک خوبصورت مجھے

اپنی اُجلی ریاست کی ملکہ بنا!

Chess



حال پوچھو نہ ساون کی برسات کا

لمحہ لمحہ معطر تھا اس رات کا

ایک لمبے سفر کی کہانی سنو

اک حسیں ریل میں جب سوار ہم ہوئے

راہ میں چند لمحوں کے ساتھی بنے

وہ یقیناً حسیں ایک برسات تھی

ریل گاڑی میں پہلی ملاقات تھی

جام میں آبِ گل رنگ گھول کر

اس نے مجھ سے کہا نرم آواز میں

چند شطرنج کے مہروں کی چال پر

نرم بوندوں کی آواز سنتے رہے

رُک گئیں پھر وہ برسات کی کروٹیں

اور انوکھے سفر کا ہوا اختتام

اس کے بعد ہم نہ دونوں کبھی مل سکے!

عشق ادھورا

لاکھ جی جلانے سے

دل پہ زخم کھانے سے

اشک خوں بہانے سے

زندگی گنوانے سے

کب یہ پورا ہوتا ہے؟

عشق ادھورا ہوتا ہے

کب یہ پورا ہوتا ہے!

الہڑ آرزو

اِک الہڑ آرزو مرے دل میں
لے رہی ہے عجیب انگڑائی
اپنے تن کے حصار میں مجھ کو
اس کی کوئی سمجھ نہیں آتی
کاش اپنا ہُوا کرے کوئی
حوصلہ جو دیا کرے مجھ کو
ھُبر کے سخت موسم میں
مجھ کو تسکین دیا کرے کوئی
میں جیا کرتی ہوں کسی کے لیے
میری خاطر جیا کرے کوئی
میرے حق میں کوئی دُعا کر کے
مجھ کو کچھ مطمئن کرے کوئی!



کسک

کس شہر میں کھو گئی
تمھاری ہماری لِنک ریز
میں اور شبِ تنہائی
رات کے پھر تین بجے
شبِ انتظار کے بستر پر
بدل رہے ہیں کروٹیں
اُس دلہن کی مانند
پہلی رات کو محاذ پر
جو بھیج کر دلہے کو
سدا منتظر رہتی ہے
ہر فلائٹ کی واپسی پر!



بارہ جولائی

زندگی بہر صورت ہے اِک چھایا

گزرا برس کب لوٹ کر ہے آیا

اِک تری یاد کی چھایا

اِک عمرِ رواں کی چھایا

پا سکا ہے کب؟

کون؟

اِس بحرِ بے کراں کا سایہ

چاہے ''اِنشاء جی'' گئے الاپتے

''سب مایا''

''سب مایا''

تُم ہو بھلا کون؟

اے نقویؔ

اِس بے مول دنیا میں

گزرتی بس اِک چھایا

بس اِک ''چھایا''





خود کلامی

میرے حق میں ہے کہاں؟

میری خود کلامی

یہی تو ہے میری سب سے بڑی خامی

کہ دورانِ خود کلامی مجھے یاد نہیں رہتا

کسی دوسرے کے سوال کا جواب دینا

بعض اوقات

خود سے گفتگو کرتے وقت

ایسے الفاظ بھی زبان پر آجاتے ہیں

جنھیں میں اپنی گفتگو کا حصہ نہیں بنانا چاہتی

اچھا ''نقوی'' یہ تو بتاؤ؟

آج خود سے گفتگو کرتے وقت

آنکھوں میں آنسو کیوں اُتر آئے ہیں؟

ناجانے آج وہ مجھ کو بے ساختہ کیوں یاد آئے ہیں؟



ہم تُم

دن بھی وہ کیا خوب تھے ساتھی
ملتے تھے جب تُم سے ہم بھی
سرما کی دھوپ ملن کا موسم
دیکھو تو پھُول کھلن کا موسم
گیت وہ گانا پیار کے سُندر
بِن تیرے اب تو ساتھی
ہر سُو چھائی اُداسی دیکھوں
چہرہ بھی اپنا باسی دیکھوں
وعدے وفا کے یاد کرو تم
بچھڑ کر اپنے چاند سے نقویؔ
تُم ہی بتاؤ ہم کو اَب تو
کون ہے اپنا کون ہے تمھارا؟

عہدِ وفا



میرے پریم کے دو موسم ہیں

وہ لمحے سب یاد ہیں مجھ کو

جب میں تجھ سے ملی تھی ساجن

ہر قربت بھاتی تھی مجھ کو

خوشبو خوشبو ہر لمحہ تھا

ان لمحوں کو کیسے بھولوں؟

یاد ہیں اب بھی عہد وفا کی میٹھی گھڑیاں

یاد ہیں مجھ کو وہ سب گھڑیاں

جب جیون کے بندھن روٹھے

پریم کے جب سب دھاگے ٹوٹے

سخت بھوئیں جب آنکھ سے روٹھیں

بھونچالوں کی زد میں آ کر

جب دیوارِ الفت کانپی

یاد ہیں اب بھی عہدِ وفا کی پھیکی گھڑیاں



یاد ہے

پچھلے برس جون کا مہینہ تھا

موسم اپنے جوبن پر تھا

یاد ہے۔۔۔

وہ رات بھی کیا خوب تھی

من میں ہمارے آگ لگی تھی

اکھیوں میں خماری جگی تھی

ارمانوں میں چنگاری اُٹھی تھی

قریب اس دن ہم بہت ہوئے تھے

پلکوں کی جھالر میں اپنی

چُھپا کے ہم کو

سینے سے اپنے لگا کے ہم کو

پیشانی پہ کبھی

آنکھوں پہ کبھی

ہاتھوں پہ کبھی

میرے۔۔۔

اپنے نرم لبوں کا بار بار لمس دیا تھا

رات وہ کچھ ایسے گزاری تھی ہم نے

سجا کے سپنوں کی سیج ہم نے

جان تُم کو مان لیا تھا ہم نے

اُس پل کہیں دُور تھی کوئل کُو کی

من جو یہ ڈولا تھا سجناں

سرگوشی کر کے تُم نے کہا تھا اتنا

چاند تمھارا ہے!

مضطرب ہو کے سوالی ہوں

کیا میری طرح آج بھی تُم کو

اے میرے ہمدم

یاد ہے۔۔۔؟



ادھورا چاند

شب کے پچھلے پہر ایک ویران صحرا کی آغوش میں

ریگِ پُرسرد پر کل جو اُنگلی سے اِک حرف میں نے لکھا

نرم گیں چاندنی میں چمکنے لگا

جب وہ چمکا تو اس میں میری زندگی کے الم اُگ گئے

اس میں میری کہانی رقم ہو گئی

میرا دکھ ریگِ صحرا کی آغوش میں ریت کو چھان کر

میری قسمت پہ حیران ہونے لگا

اس کے ذرّوں میں پنہاں میرا کرب تھا

میرے دل کی ہر اِک آس تھی اس میں گُم

میں نے جس کو نبھایا تھا ہر موڑ پر

اُس میں وہ درد تھا

جو میری زندگانی سے منسوب تھا!



Painting

آج تیری یادوں نے
میرے دل کے کینوس پہ
عجب طرح کے رنگ بھرے
میں نے دل میں جھانکا
تو یُوں مجھے
محسوس ہوا
جیسے اِک مصور نے
زندگی کے صفحوں پر
سبھی رنگ اُنڈیلے ہوں
اور ایسا عکس بنایا ہو
خدا بھی جس پر مسکرایا ہو!



تنہا لڑکی

چاندنی رات میں اندھیروں کو اوڑھ کر

جسم پر ٹھر کی ایک چادر لپیٹ کر

ایک تنہا لڑکی پلنگ پر لیٹی ہوئی ہے

گھڑیال کے کانٹوں کی آواز سن رہی ہے

ٹک ٹک کی آواز اسے جھنجھوڑ رہی ہے

رات کے قمقمے کی روشنی میں وہ تنہا لڑکی

دنیا کے ہنگاموں سے بے خبر ہے

پھر بھی پُرامید ہو کر اپنا قلم اٹھا کر

کاغذ پر لکھ رہی ہے کچھ ادھوری باتیں

اور حسرت بھری آنکھیں لیے

دسمبر میں برفیلے راستوں کو تک رہی ہے

اور برف کی طرح پگھل رہی ہے!

معصوم شہدا کے نام!



دسمبر کی کہر آلود صبح

سرد

پُردرد

نمودار ہوئی

نجانے کتنے غنچے

کِھلے نہ تھے

کلی کی صورت

مسلے گئے جو

ہائے ہائے

کرلاتی ہوئی ماں کی صدا

بجھتے دیپ کا دُھواں

سسکتے ارمانوں کا جنازہ

تڑپ کے سینے پہ کبھی

منہ پہ ماتم کرتی ماں

اتنا کہتی

لال میرا کہاں ہے؟

لال میرا کب آئے گا؟

ہے کوئی پُورا کر پائے؟

ماں کا جو سوال

ماں ہوئی ہے نڈھال!

بٹوارہ

بکھرے تو سال بن گئے

کم ہوئے تو ماہ بنے

گزرے تو دن گھنٹے ہوئے

دیکھا تو منٹ بنے

ملے تو سیکنڈ میں بدلے

یاد آئے تو لمحے بنے

گزرے ایسے کہ زندگی

پلٹ گئی

صدیوں کے ہیں یہ فاصلے

بکھرے ہوئے یہ چارسُو

ہیں یہ صدیوں کے فاصلے

سپردگی

چاند میرے

دلبر میرے

ساجن میرے

1st anniversary پہ

سوچ میں ہوں

تمھیں کون سا نذرانہ پیش کروں؟

کائنات سمیٹ کر قدموں میں لا رکھوں

محبت کے پھولوں کے کئی گلدان

لا کے تمھارے سرہانے سجاؤں

چند انمول چاہتوں کی مالا بُن کے گلے میں

پہناؤں

یا پھر ڈِنر پارٹی سرپرائز دے دوں

اِن بے اختیار سوچوں کے سارے

بُنے سپنوں میں

سونپ پائی ہوں تو فقط

اپنے ادھورے جیون کی تمام تر جمع پونجی کو

ازل سے جو تمھاری امانت تھی

تمھاری محبت تھی!





مال روڈ

دور جاتی سڑک

آدھی رات کا منظر

سنہری رنگت کی روشنیاں

پروانوں کا رقص

گگن پر تارے

پچھلی رات کا چاند

ساون کی مست پَون

لاہور کے مال روڈ کا یہ سفر

ایسا لگا جیسے

تقدیر نے ایک بار پھر ملایا ہے

خوابوں کو حقیقت بنایا ہے!



اجنبی

بے تعلقی کی شریانوں میں

اجنبیت کی داستانوں میں

کیسے کیسے موڑ آتے ہیں

ہم دونوں کے سامنے

ایک دوسرے سے دور رہنے کے باوجود بھی

شہرِ فرقت میں اب بھی

چاہتِ عشق زیادہ ہے

سچا اپنا ہر ارادہ ہے

لیکن وقت نے اس چاہ میں

ایک حدِ فاصل کھینچ دی ہے

جس نے ہمیں کر دیا ہے جدا

یہی وجہ ہے جو پردیسی ٹھہرے تُم

اور اجنبی ٹھہرے ہم!

طلسمِ شب

اکثر چاندراتوں میں
ویران راہگزاروں پہ
چاندنی کی بارش میں
جب پیڑ بھیگ جاتے ہیں
تو خامشی کے ہونٹوں سے
ایک آواز آتی ہے
رات گنگناتی ہے!



ایوارڈ لینا

وہ بزم سہانی تھی کتنی

اُس بزم میں شامل تھے سارے

اُس بزم میں، میں بھی آئی تھی

اس روز برابر میں تجھ کو

چھپ چھپ کے میری جاں تکتی رہی

اس روز تمھاری صورت کو میں نظریں چرا کر تکتی رہی

ہاں تُو ہی محور تھا اس دن اے ہمدم میری سوچوں کا

میں پل پل تجھ کو تکتی رہی

یہ بات الگ کہ دیکھا نہ اس روز پلٹ کر تُو نے مجھے

جب تُو نے ایوارڈ وصول کیا

ہاں تیرا رُخ تھا میری طرف

میں تیرا چہرہ تکتی رہی

کھل کر آنکھوں میں ہنستی رہی

آخری شب

ڈھلتی آخری شب

دسمبر کی

گزرے برس کی

یادوں کی بانہوں میں

سسک رہی تھی

جیسے زندگی اپنی آخری شب کو

کئی ناتمام آرزوؤں پر

تڑپ رہی ہو

جاتے جاتے یہ

بول رہی ہو

کل ہم نہ ہوں گے

تو کیا ہُوا

طلوعِ سحرِ اک اور

ہو گا

ارمانوں کا دیپ یوں ہی جلے گا

سفر یہ تو ابد تک چلے گا





خواب

ایک انوکھا خواب جو میری آنکھوں سے ٹکرایا تھا

اس نازک سے خواب کو میں نے

ٹکڑے ٹکڑے پایا تھا

پوچھ نہ میری آنکھ کے آگے

کیا عالم آیا تھا

کوئی بھی تعبیر نہ اُتری میرے خواب کی جھولی میں

چھوٹے سے اس خواب کی پونجی

دو لمحوں میں بکھر گئی

آنکھ کھلی تو نقویؔ





میرا ہمدم میرے پاس نہ تھا
میرے لٹ جانے کا اس کو
کوئی بھی احساس نہ تھا
پوچھ نہ اس بیگانی شب میں
کیا پایا کیا کھویا میں نے!

A
Tribute
To
Parveen Shakir

اک مانوس بھولی صورت

دور اُفق پار سے کہیں

میرے تخیل میں اُترتی ہے

میری آنکھوں میں سنورتی ہے

وہ اُجلی صورت

حسیں رُخِ ماہتاب

روشن آنکھیں

اپنے حُسن میں یکتا

جب وہ بولتی ہے

یوں لگتا ہے

کوئی کوئل

پاؤں میں

سات سُروں کی

جھانجھر باندھے



گھنٹوں سے محو رقص ہو

اُس کو میں جب جب دیکھتی ہوں

خود سے باہر ہو جاتی ہوں

اُن آنکھوں میں کھو جاتی ہوں

لوٹ آؤ کہ۔۔۔

اندھے رَتجگوں نے

میری چاہت کو اپنی بانہوں میں

سمیٹ لیا ہے

جاگ جاگ کر آنکھیں بوجھل ہو گئی ہیں

اندھیرے پگھلنا نہیں چاہتے

میرے رفیق!

تمھیں یاد کر کر کے جاگنا پڑتا ہے صبح تک

کیسی لگن ہے جو پچھلے پہر تک ختم نہیں ہوتی

یہ کیسا دکھ ہے جو مٹتا نہیں

یہ کیسا درد ہے جو گھٹتا بھی نہیں

پس لوٹ آؤ کہ یادوں کے راستوں میں

تمھارے سارے نقش مٹتے جا رہے ہیں!



اقرار

تمھارے بعد

حالات بس میں

نہیں رہے

جانتے ہو؟

تمھاری کہی ہر ہر

بات سچ ہوگئی

اور میری

زندگی

خواہشوں کے تپتے صحرا میں

تشنہ لب رہ گئی

ایسا نہ ہو کل

زیست اجل کے پہلو میں کروٹ بدل لے

اور

حسرتیں سب یاس بن جائیں

تب تم لوٹ آؤ!



جنم دن

اے میرے ہمدم!

آج میرا جنم دن ہے

سوچتی ہوں اپنے جنم دن پر

تجھے کیا تحفہ پیش کروں؟

میرؔ و غالبؔ کے افکار پیش کروں

یا اقبالؔ و فیضؔ کی حکمت سناؤں

پروینؔ شاکر کی سرشاری لبوں پہ لاؤں

یا اپنے کچھ رومانی اشعار پیش کروں

اے میرے رفیق!

اگر تیرا مضبوط وجود جلوہ نما نہ ہوتا

تو قیامت تک نقویؔ کا

کوئی ہم پلہ نہ ہوتا





مڈنائٹ

وہ بھی دسمبر کی

مڈنائٹ

یہ بھی دسمبر کی

مڈنائٹ

اُس رات تھے ہم روبرو

محوِ گفتگو

آج تُم اپنے حصار میں



ہم اپنے حصار میں کچھ پُرانی یادوں سے لپٹے

کچھ پُرانی کہانیاں سمیٹے

اک دوجے کی فقط

راہ ہیں تکتے!

محبت

عجب ہے محبت کا رشتہ تجھ سے

میری زندگی کا واسطہ تجھ سے

دن ہو کے رات رہنا

تیرے آس پاس رہنا پھر بھی اُداس رہنا

دریا ہو کے صحرا رہنا

آرزوئے وصل سراب ہونا

محفل میں بھی تنہا دکھنا

عجب ہے یہ روگ گویا

مقدر اپنا سویا سویا

اس سے بڑھ کے ستم یہ بھی

اپنے ہیں پرائے غم یہ بھی

جان ہو کے جُدا رہنا

واہ محبت تیرا کیا کہنا!



Gossip

تھا اُس کا لہجہ

بدلتا موسم

کبھی سرما کی

یخ بستہ رُت جیسا

کبھی گرما کی

کڑی دُھوپ جیسا

چاندنی کے

رنگ روپ جیسا

اِسی لیے تو اکثر

وہ جب Gossip

کرتا۔۔۔

کچھ مُبہم سے لفظوں میں

محبت اپنی ظاہر کرتا

اُسے بھی ''شاید''

محبت تھی مجھ سے!



تنہائی

سنسناتی، بکھرتی

کبھی

دل کو لُبھاتی

سرِ شام چلتی سرد ہوائیں

اُن پلکوں کی مست گھٹائیں

ہر سُو چھا جاتی ہیں

تب یہ دل اکثر ملال کرتا ہے

کئی اندیشے کئی سوال کرتا ہے

جاڑے کے اِس موسم میں

بے قرار مچلتا رہتا ہے

اپنی سانسوں کے ہر تار میں

مجھے سُنائی وہ دیتا ہے

اس کرب میں

اس ملن میں

کتنا قرار ہے



پَر یہ فہم بڑا اترستا ہے

قربت کے لمحوں میں

اک وصل کو

اک ابدی وصل کو!

آخری بارش

شمع اک صورت کی جلتی ہے نِگہ میں ہر گھڑی
برق بن کر تن پہ آ گرتی ہے میرے بار بار
من کو تڑپاتی ہے اک زخمی پرندے کی طرح
روح پگھلاتی ہے میری دھیمی دھیمی آنچ سے
چھیڑے مضرابِ رگِ جاں ماتمی انداز سے
قطرہ قطرہ تب اسی اَبرِ کرم کا رات بھر
دامنِ دل کو جلاتا ہے یہ خِرمَن کی طرح
پائمالِ صد ستم ہوں میں برنگِ عندلیب
آج تک بیٹھی تڑپتی حسرتوں کی سیج پر
منتظر نقویؔ ہے سانسوں کی سلگتی ریگ پر
''آخری بارش'' کی بوندوں کے برسنے کے لیے
جامِ امرت خشک ہونٹوں سے لگانے کے لیے
زندگی ترسی ہے میری زندگی کے واسطے!



اُداس رہتی ہوں

خامشی کا دروازہ کون آ کے کھولے گا

لمحہ جدائی میں کون آ کے بولے گا

ہے تمھیں خبر جاناں؟

روشنی سنورتی ہے روشنی پگھلتی ہے

روز دن نکلتا ہے روز شام ڈھلتی ہے

میرے دل کی دنیا میں

کچھ چراغ جلتے ہیں

کچھ چراغ بُجھتے ہیں

روشنی کی چاہت میں

رائگاں تعاقب کو زندگی سمجھتی ہوں

ہاں اِسی حوالے سے بدحواس رہتی ہوں

اور اُداس رہتی ہوں!



جشنِ بہاراں



سُنا ہے
اُس کے شہر میں
''جشنِ بہاراں'' ہے
اب تو پھول بن کر
وہ
مہکا ہوگا
نہیں معلوم وہ
کس کا ہوگا
ہاں مگر وہ جس کا ہے
جس کی وہ بہار ہے
جس کا وہ قرار ہے
اُسے تو انتظار ہے!

ادبی ایوارڈز







شاعرہ کی دیگر کتب

